

قرآن مجید میں حقیقت اور مجاز کے بارے میں امام ابن تیمیہ کا موقف

محمد سعید اختر*

معنوی اعتبار سے الفاظ کے استعمالات اور دلالات کا جائز لیا جائے تو سب سے پہلے یہ امر توجہ طلب ہوتا ہے کہ لفظ، اس کا معنی اور استعمال باہم مربوط ہیں یا نہیں؟ اور کیا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، جس کے لیے ماہرین لغت نے اسے وضع کیا تھا یا کسی مناسبت کی وجہ سے دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے؟ اسی طرح پھر معنی موضوع لہ یا غیر موضوع لہ واضح ہو گا یا مستور۔ اس اعتبار سے لفظ کی درج ذیل چار اقسام بنتی ہیں:

لفظ موضوع لہ معنی میں استعمال کیا جائے تو وہ حقیقت ہے۔

لفظ غیر موضوع لہ معنی میں استعمال کیا جائے تو وہ مجاز ہے۔

لفظ کا معنی موضوع لہ یا غیر موضوع میں واضح ہو تو وہ صریح ہے۔

لفظ کا معنی موضوع لہ یا غیر موضوع لہ میں مستور ہو تو وہ کنایہ ہے۔

اس اجمال کی تفصیل ذیل میں پیش خدمت ہے:

فقہائے حنفیہ کے نزدیک دلالات کی یہ نوع ”معنوی اعتبار سے الفاظ کے استعمالات“ کے نام موسوم ہے اور یہ دلالات کی تقسیم میں ترتیب کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر آتی ہے۔ جمہور اور فقہائے احناف کے نزدیک اس کی درج ذیل چار اقسام ہیں:

۱۔ حقیقت، ۲۔ مجاز، ۳۔ صریح، ۴۔ کنایہ

ان چار قسموں میں سے ہمارے زیر بحث پہلی دو قسمیں ہیں، جن کا تفصیلی ذکر ذیل میں پیش خدمت ہے:

حقیقت اور مجاز

①۔ حقیقت کی لغوی تعریف:

لفظ حقیقۃ کے معنی: ثابت ہونا، ضروری ہونا اور صحیح ہونا کے ہیں، اس کا متضاد کلمہ مجاز ہے۔ اس کا وزن فعیلۃ بمعنی فاعلۃ ہے إذا ثبت الأمر۔ جب معاملہ ثابت ہو جائے۔ لفظ حقیق کا معنی ثابت ہونے والا ہے، اس میں

* پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان

(۵) علامہ کی ہے، تائید نہیں ہے، جو وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہونے کی وجہ سے ہے۔ حقیقتہً اشیء بمعنی: کسی چیز کی اصل ہے۔ قرآن مجید میں ہے: (حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ) (۱) اس آیت میں حقت کے معنی ثابت اور واجب ہونے کے ہیں۔ (۲)

حقیقت کی اصطلاحی تعریف:

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: جو لوگ لفظ کو حقیقت اور مجاز دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں ان کے نزدیک حقیقت کی تعریف یوں ہے۔

هُوَ اللَّفْظُ الْمُسْتَعْمَلُ فِيهَا وَوُضِعَ لَهُ. (۳)

لفظ جس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو اسی معنی میں استعمال کیا جائے، تو اسے حقیقت کہتے ہیں۔

ابو اسحاق شیرازی (متوفی: ۷۶۱ھ) حقیقت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

كل لفظ يستعمل فيما وضع له من غير نقل. (۴)

②. مجاز

مجاز کی لغوی تعریف:

مجاز فعل جاز سے مفعول کے وزن پر بمعنی فاعل ہے۔ جاز إذا تعدى. اور اس کا نام مجاز اس لیے رکھا

گیا ہے کہ یہ حقیقت سے مجاز کی طرف متعدی ہو جاتا ہے۔

لغت میں مجاز جواز کی جگہ کہتے ہیں یا اگر اسے مصدر میمان لیا جائے تو صرف جواز کو کہتے ہیں۔ (۵)

مجاز کی اصطلاحی تعریف:

اسی طرح ابن تیمیہ نے مجاز کے تائید کی جانب سے مجاز کی یہ تعریف نقل کی ہے:

هُوَ اللَّفْظُ الْمُسْتَعْمَلُ فِي غَيْرِ مَا وَوُضِعَ لَهُ. (۶)

وہ لفظ جس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو اس معنی میں استعمال نہ کیا جائے، تو وہ مجاز کہلاتا ہے۔

ابن قدامہ مقدسی کے نزدیک مجاز کی تعریف یہ ہے:

اللفظ المستعمل في غير موضوعه الأصلي على وجه يصح. (۷)

جیسا کہ لفظ اسد (شیر) اور حمار (گدھا) جن سے چوپائے مراد لیے جاتے ہیں لیکن جب یہ الفاظ کسی انسان

کے لیے بولے جاتے ہیں تو پھر ان کی مراد یکسر مختلف ہوتی ہے کہ اسد سے مراد بہادر شخص، اور حمار سے مراد

’بیوقوف شخص‘ ہوتے ہیں۔

حقیقت کی اقسام:

عام طور پر حقیقت کی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں: ۱۔ حقیقت لغوی ۲۔ حقیقت عرفی، لیکن زیادہ تر علمائے اصول نے حقیقت کی درج ذیل تین اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ لغوی ۲۔ شرعی ۳۔ عرفی۔^(۸)

اس تقسیم کا سبب یہ ہے کہ ایک لفظ کو اگر ماہرین لغت نے وضع کیا ہے تو وہ حقیقت لغوی ہے، شارع کی جانب سے اگر اس لفظ کا استعمال ہوا ہے تو وہ حقیقت شرعی ہے۔ اسی طرح ایک لفظ کے بارے میں یہ تعین نہ ہو کہ یہ لفظ کس نے وضع کیا ہے؟ لیکن وہ لفظ زبان زد عام ہو تو وہ حقیقت عرفی کہلاتا ہے۔

۱۔ حقیقت لغوی: کسی لفظ کا اسی معنی میں استعمال ہونا جس معنی کے لیے یہ پہلی مرتبہ لغت میں وضع ہوا تھا، جیسے ’اسد‘ چیر پھاڑ کرنے والے درندے کے لیے وضع ہوا ہے۔

۲۔ حقیقت عرفی: حقیقت عرفی کی تعریف یہ ہے:

هِيَ مَا صَارَ اللَّفْظُ دَالًّا فِيهَا عَلَى الْمَعْنَى بِالْعُرْفِ لَا بِاللُّغَةِ.

یعنی وہ لفظ جو عرفی معنوں پر دلالت کرے نہ کہ لغوی معنوں پر۔

حقیقت عرفی کی اقسام:

حقیقت عرفی کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

پہلی قسم: حقیقت عرفی جو لغوی معنی سے عام ہو، مثلاً: الرَّقِيبَةُ اور الرَّؤَسُ لغوی اعتبار سے ان دونوں کا استعمال انسانی جسم میں عضو کے لیے تھا، بعد میں ان کا استعمال پورے جسم کے لیے ہونے لگا۔

دوسری قسم: حقیقت عرفی جو لغوی معنی سے خاص ہو، مثلاً: لَفْظُ الدَّابَّةِ پہلے پہل یہ لفظ لغت میں ہر اس جاندار کے لیے استعمال ہوتا تھا، جو زمین پر رینگ یا گھسٹ کر چلتا تھا پھر بعد میں بعض لوگوں کے عرف میں اس کا استعمال چوپایوں پر ہونے لگا، اسی طرح بعض کے عرف میں اس کا استعمال گدھے اور بعض کے عرف میں گھوڑے پر ہونے لگا۔

تیسری قسم: حقیقت عرفی جو لغوی معنی کے مابین (مخالف) ہو لیکن ان دونوں (یعنی حقیقت عرفی اور لغوی) کے درمیان ایک تعلق ہو، مثلاً: الْعَاظِطُ اور الطَّعِينَةُ، عربی لغت میں غَاظٌ زمین پر نشیبی مقام کو کہا جاتا ہے، جہاں لوگ قضائے حاجت کے لیے جاتے تھے پھر اس مقام کے نام کی جگہ انسانی فضلہ کا نام غَاظٌ پڑ گیا۔ اس کی ایک دوسری مثال

یہ ہے کہ ظہینہ جانور کا نام ہے جو بعد میں اس عورت کا نام پڑ گیا جو اس پر سفر کرتی تھی۔^(۹)

حقیقتِ عربی کی مثال: ابن تیمیہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہیں:

(فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ) ^(۱۰)

لفظ خاص سے عام کی طرف منتقل ہو گیا ہے جو حقیقتِ عربی کے باب سے ہے اور یہ تمام جسم اور جسم کے

تمام اعضاء پر بولا جاتا ہے۔^(۱۱)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (يَدَاہُ مَبْسُوطَتَانِ) ^(۱۲) اس سے مراد سخاوت اور فیاضی کے ہیں جو

کہ حقیقتِ عربی کے ہی قبیل سے ہے۔^(۱۳)

۳۔ حقیقتِ شرعی: شریعت میں جو لفظ پہلے پہل جس معنی کے لیے وضع کیا گیا تھا، اسی معنی میں استعمال ہو تو وہ حقیقتِ شرعی ہے، جیسے لفظ: 'صلاة' ہے، یہ لفظ اس مخصوص عبادت کے لیے وضع کیا گیا تھا، جو تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے اور سلام کے ساتھ ختم ہوتی ہے، اسی طرح لفظ 'ایمان' ہے، جو قول، فعل اور اعمال صالحہ پر مشتمل اعتقاد کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

شرعی اصطلاحات میں حقیقت اور مجاز:

رسول اللہ ﷺ کی زبان عربی تھی، قرآن مجید بھی عربی میں نازل ہوا اور اس کے مخاطب بھی عرب

تھے، تو کیا شریعت کی جملہ اصطلاحات حقیقی ہیں یا مجازی؟

علامہ سیوطی ان میں ایک عمدہ تفریق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الموضوعات الشرعية كالصلاة والزكاة والحج فإنها حقائق بالنظر إلى الشرع معجزات

بالنظر إلى اللغة. ^(۱۴)

شرعی موضوعات (اصطلاحات) جیسے صلاة، زکاة اور حج ہیں چنانچہ شریعت کی نظر میں یہ حقیقی ہیں اور لغت

کے اعتبار سے یہ مجازی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء، صفات اور افعال سے مجاز کی نفی

قرآن مجید میں آیاتِ صفات میں مجاز نہیں پایا جاتا بلکہ ان صفات کو حقیقت پر ہی محمول کیا جائے گا نہ کہ مجاز

پر۔ اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقی ہیں اور اسی طرح ہیں جس طرح اس کی ذات کے لائق ہیں۔^(۱۵)

امام ابن تیمیہ نے توحید اسماء و صفات کے ضمن میں مجموع الفتاویٰ میں مختلف مقامات پر سیر حاصل بحث

کی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے جو اسماء و صفات ثابت ہیں، اسی طرح اس کے افعال سب حقیقی ہیں مجازی

نہیں۔ مزید بیان کرتے ہیں: لفظ ایمان کی اعمال پر دلالت حقیقی ہے مجازی نہیں۔^(۱۶)

حقیقت اور مجاز کے درمیان مناسبت شرط ہے:

مجاز اس قید کے ساتھ مشروط ہوگا کہ حقیقی اور مجازی معنوں میں تعلق اور مناسبت ہو اور اگر یہ تعلق اور مناسبت نہیں پائی جاتی تو اس کو مجاز نہیں بلکہ غلطی کہا جائے گا۔ اور یہ مناسبت مجاز کے مقتضیات میں سے ہے۔^(۱۷) جیسے لفظ دم بولا جاتا ہے اور اس سے مجازی طور پر مراد دیت ہوتی ہے۔ کیوں کہ دیت کی تعبیر لفظ دم سے کی جاتی ہے۔^(۱۸) یعنی ایک لفظ جس کو مجازی معنوں میں استعمال کیا جا رہا ہو اس کا تعلق حقیقی معنوں سے بھی ہوتا ہے۔

سبب اضافت زائل ہونے کے بعد اضافت حقیقی ہے یا مجازی؟

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اکثر علمائے اصول، قاضی ابویعلیٰ اور ابن نجار حنبلی فرماتے ہیں کہ سبب اضافت زائل ہو جائے تو یہ مجاز ہے۔^(۱۹)

امام ابن تیمیہ کا موقف یہ ہے کہ سبب اضافت زائل ہو جانے کے بعد بھی وہ موجب الإضافة ہے یعنی اس کی اضافت حقیقی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(وَأَوْرَثْنَاكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ).^(۲۰)

مشرکین کے قبضہ تسلط کے زوال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین، اس کے گھروں اور مال و دولت کا مالک مسلمانوں کو بنا دیا، اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرمایا: (وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ).^{(۲۱)(۲۲)} مورث کے فوت ہو جانے کے بعد سبب اضافت زائل ہو جانے کے بعد اس ترکہ کی اضافت وارث کی طرف حقیقی ہوتی ہے مجازی نہیں۔

قرآن مجید، سنت اور لغت میں مجاز کا وقوع

قرآن کریم، سنت اور عربی لغت میں مجاز کے وقوع پر اہل علم کا اختلاف ہے، چنانچہ اس مسئلہ میں علمائے اصول کے چار قول ہیں:

پہلا قول: جمہور اہل علم، اصولیین اور استاذ ابواسحاق کا قول ہے کہ قرآن مجید سنت اور عربی زبان میں مجاز نہیں پایا جاتا۔^(۲۳)

امام ابن تیمیہ کا بھی یہی قول ہے، ماضی قریب میں تفسیر اضواء البیان کے مؤلف شیخ شنفیطی کا بھی یہی قول ہے بلکہ انہوں نے اپنے اس موقف پر ایک رسالہ بنام: منع جواز المجاز فی المنزل للتعبد والإعجاز۔ تحریر فرمایا جو

تفسیر اضواء البیان کے آخر میں موجود ہے۔

دوسرا قول: یہ قول ان علمائے کرام کا ہے، جو قرآن و سنت اور عربی زبان میں تفریق کرتے ہیں کہ قرآن میں تو مجاز نہیں ہے، البتہ عربی لغت میں موجود ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس قول کو حنابلہ میں سے ابوالحسن الجزری، ابن حامد، مالکیہ میں سے محمد بن خمیز منداد، ظاہریوں میں سے داؤد بن علی الظاہری اور ان کے بیٹے ابوبکر کی طرف منسوب کیا ہے۔ ایک روایت میں یہ قول امام احمد سے منقول ہے۔

تیسرا قول: قرآن مجید، سنت اور عربی زبان سب میں مجاز پایا جاتا ہے۔ یہ قول اکثر علمائے اصول کا ہے۔ یہ قول حنابلہ میں سے قاضی ابویعلیٰ، ابن عقیل اور ابوالنظاب کا ہے۔ ابن قدامہ نے روضة الناظر میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ امام زرکشی نے اس قول کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے۔^(۲۴)

پہلے قول کے دلائل:

جیسا کہ پیچھے گزر گیا ہے کہ جمہور اہل علم اور اصولیین کا قول ہے کہ قرآن مجید سنت اور عربی زبان میں مجاز نہیں پایا جاتا۔^(۲۵) انہوں نے اپنے اس موقف کے لیے جن دلائل سے استدلال کیا ہے وہ ذیل میں پیش خدمت ہیں:

پہلی دلیل: امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

هو اصطلاح حادث بعد انقضاء القرون الثلاثة لم يتكلم به أحد من الصحابة ولا التابعين لهم باحسان ولا أحد من الأئمة المشهورين في العلم كمالك والثوري والأوزاعي وأبي حنيفة والشافعي بل ولا تكلم به أئمة اللغة والنحو كالخليل وسيبويه وأبي عمرو بن العلاء ونحوهم. وأول من عرف أنه تكلم بلفظ المجاز أبو عبيدة معمر بن المثنى في كتابه ولكن لم يعن بالمجاز ما هو قسيم الحقيقة وإنما عني بمجاز الآية ما يعبر به عن الآية.^(۲۶)

حقیقت اور مجاز کی اصطلاح ہی نئی ہے جو پہلی تین صدیاں گزر جانے کے بعد وضع ہوئی ہے جس کے بارے میں صحابہ، تابعین عظام اور علم کے میدان میں مشہور ائمہ جیسے امام مالک، ثوری، اوزاعی، ابوحنیفہ اور شافعی میں سے کسی نے بھی اس کے بارے میں کلام نہیں کیا، بلکہ اس کے بارے میں لغت اور نحو کے ائمہ جیسے خلیل، سبویہ، ابو عمرو بن العلاء اور ان جیسے دوسرے ائمہ میں سے کسی نے کوئی بات نہیں کی۔

سب سے پہلے ابو عبیدہ معمر بن ثنی نے اپنی کتاب میں مجاز کے بارے میں کلام کی ہے لیکن انہوں نے مجاز سے وہ مراد نہیں لیا جو حقیقت (اور مجاز) کی قسم سے لیا جاتا ہے، بلکہ ان کے نزدیک آیت کا مجاز تھا جس سے کسی دوسری آیت کے بارے میں تعبیر و تفسیر ہو۔

دوسری دلیل:

حقیقت اور مجاز میں لفظ کی تقسیم کا مطلب یہ ہوا ہے کہ حقیقت سے مراد یہ ہے کہ جس معنی کے لیے لفظ وضع کیا گیا تھا اسی معنی میں استعمال کیا جائے اور مجاز سے مراد یہ ہے کہ جس معنی کے لیے لفظ وضع کیا گیا تھا اس کے علاوہ دوسرے معنی میں استعمال کیا جائے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ لفظ کی وضع استعمال سے مقدم ہے جبکہ استعمال سے پہلے لفظ کو وضع کرنا صحیح نہیں ہے، سوائے اس کے جو یہ کہتا ہے کہ لغات اصطلاحات ہیں، جس کا عربوں سے ثبوت دینا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے، کیوں کہ لغت کا ذریعہ نقل ہے جو وضع ہونے کے بعد ہی ممکن ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وَهَذَا إِثْمًا صَحَّ عَلَى قَوْلِ مَنْ يَجْعَلُ اللَّغَاتِ اصْطِلَاحِيَّةً فَيَدَّعِي أَنَّ قَوْلًا مِنَ الْعُقَلَاءِ اجْتَمَعُوا وَاصْطَلَحُوا عَلَى أَنْ يُسْمُوا هَذَا بِكَذَا وَهَذَا بِكَذَا وَيَجْعَلُ هَذَا عَامًّا فِي جَمِيعِ اللَّغَاتِ... وَالْمَقْصُودُ هُنَا أَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ أَحَدًا أَنْ يَنْقُلَ عَنِ الْعَرَبِ بَلًا وَلَا عَنِ أُمَّةٍ مِنَ الْأُمَّمِ أَنَّهُ اجْتَمَعَ جَمَاعَةٌ فَوَضَعُوا جَمِيعَ هَذِهِ الْأَسْمَاءِ الْمَوْجُودَةِ فِي اللَّغَةِ ثُمَّ اسْتَعْمَلُوهَا بَعْدَ الْوَضْعِ وَإِنَّمَا الْمَعْرُوفُ الْمَنْقُولُ بِالتَّوَاتُرِ اسْتِعْمَالُ هَذِهِ الْأَلْفَاظِ فِيمَا عَنُوهُ بِهَا مِنَ الْمَعْنَى فَإِنْ ادَّعَى مُدَّعٍ أَنَّهُ يَعْلَمُ وَضْعًا يَتَقَدَّمُ ذَلِكَ فَهُوَ مُبْطَلٌ. (۲۷)

تیسری دلیل:

لفظ کی حقیقت اور مجاز میں یہ تقسیم اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ پہلی بار لفظ کی توضیح اور استعمال اس معنی میں تھا اور دوسری بار لفظ کی توضیح اور استعمال اس معنی میں تھا۔ چنانچہ اس کا معلوم ہونا ناممکن ہے۔

چوتھی دلیل:

لفظ کو حقیقت اور مجاز میں استعمال کرنے کی یہ تقسیم درست نہیں ہے کیونکہ جس نے بھی اس کی تقسیم کی ہے وہ اس کی ایسی تعریف نہیں کر پایا جس سے حقیقت اور مجاز میں تمیز کی جاسکے کہ ایک لفظ کو حقیقت کے ساتھ خاص کیا جاسکے اور دوسرے لفظ کو مجاز کے ساتھ خاص کیا جاسکے، جس معنی کو مجاز کے تناظر میں لیا جاتا ہے وہ معنی حقیقت میں بھی موجود ہوتا ہے، جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ تقسیم باطل ہے۔ (۲۸)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں حقائق ہیں:

لا خلاف في وقوع الحقائق في القرآن وهي كل لفظ بقي على موضوعه ولا تقديم فيه

ولا تأخير وهذا أكثر الكلام. (۲۹)

قرآن مجید میں حقیقت کے وقوع پر کوئی اختلاف نہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر لفظ اسی معنی میں ہو جس کے

لیے وہ وضع ہوا تھا اور اس میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں ہے، علماء کی ایک کثیر تعداد کا یہی قول ہے۔
پانچویں دلیل:

قاعدہ فقیہ ہے: **الأصل فی الکلام المحقیقۃ**.^(۳۰) یہ قاعدہ بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ کلام میں اصلاً حقیقت ہوتی ہے۔

مجاز کے رد میں امام ابن تیمیہ کے دلائل کا جائزہ:

امام ابن تیمیہ مجاز کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے حقیقت اور مجاز پر ایک رسالہ تحریر فرمایا، جو مجموع الفتاویٰ کی ساتویں جلد میں ہے۔ وہ اپنے موقف کی تائید کے لیے فرماتے ہیں:

ماہرین علم و فن ہر دور میں اپنے اقوال اور مکتوبات میں لغت کے وضع کنندگان سے یہ کیسے قول نقل کرتے آرہے ہیں کہ یہ لفظ حقیقت ہے اور یہ لفظ مجاز ہے؟

یقیناً یہ نقل جھوٹ پر مبنی ہے، کیوں کہ لغت وضع کرنے والے علماء میں سے کسی ایک نے بھی یہ قول نقل نہیں کیا کہ انہوں نے کہا ہو کہ یہ حقیقت ہے اور یہ مجاز ہے۔ یہ درج ذیل نابغہ روزگار لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے کہ کسی ایک نے لفظ کی حقیقت اور مجاز میں تقسیم کی ہو کہ یہ لفظ حقیقت ہے اور یہ مجاز ہے:

لغت وضع کرنے والے علماء، ان کے تلامذہ، ائمہ لغت سے لغت روایت کرنے والے، اور اسی طرح صحابہ سے جنہوں نے قرآن مجید کی تفسیر کی ہے اور اس کے معانی بیان کیے، کسی سے بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ یہ لفظ حقیقت ہے اور یہ لفظ مجاز ہے۔

امام ابن تیمیہ ہر طبقہ اور ہر علم کے ماہرین کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے لفظ کو حقیقت اور مجاز میں تقسیم کیا ہو:

صحابہ کرام میں سے جیسے: حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے تلامذہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کے تلامذہ، حضرت زید بن ثابت اور ان کے تلامذہ۔

تابعین میں جیسے: مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، ضحاک، طاؤوس، سدی اور قتادہ ہیں۔

ائمہ فقہاء مثلاً ائمہ اربعہ، امام ثوری، امام اوزاعی اور لیث بن سعد ہیں۔

اہل فقہ، اصول، تفسیر، حدیث، نحو، لغت کے ماہرین، مثلاً: ابو عمرو بن علاء، ابو عمرو شیبانی، ابو یزید، اصمعی،

خلیل، سیبویہ، کسائی اور فراء ہیں۔

اسی طرح جس نے سب سے پہلے اصول فقہ پر تصنیف کی ہے، وہ امام شافعی ہیں انہوں نے بھی کلام کو

حقیقت اور مجاز میں تقسیم نہیں کیا۔

امام محمد بن حسن جو متعدد کتب کے مصنف ہیں، نے بھی لفظ حقیقت اور مجاز پر گفتگو نہیں کی۔
ائمہ میں سے کسی ایک کی کلام میں حقیقت اور مجاز پر بحث نہیں ملتی سوائے امام احمد بن حنبل کے چنانچہ وہ
کتاب ”الرد علی الزنادقة والجهمية“ میں بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں إنا ، نحنُ اور اس طرح کے دیگر
الفاظ لغت کے مجاز میں سے ہیں، جیسا کہ کوئی کہے: إنا سنعطيك اور إنا سنفعل.

امام محمد بن حسن شیبانی کے تلامذہ اور وہ ائمہ جنہوں نے قرآن مجید میں مجاز کا انکار کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:
ابوالحسن خرزى، ابو عبد اللہ بن حامد، ابو الفضل تمیمی بن ابوالحسن تمیمی، محمد بن خويز منداد مالکی، داؤد بن
علی، ان کے بیٹے ابو بکر بن داؤد، منذر بن سعید بلوطی جنہوں نے اس موضوع پر کتاب بھی تالیف کی ہے۔ اسی طرح
امام مالک، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہا کہ قرآن مجید میں مجاز ہے۔
علماء کا ایک گروہ وہ ہے، جس نے لغت میں بھی مجاز کا انکار کیا ہے۔ جیسے ابواسحاق اسفرائینی اور ابن عقیل نے قرآن
مجید میں مجاز کا تو انکار کیا ہی ہے، وہ لغت میں بھی مجاز کا انکار کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ نہ قرآن میں
مجاز ہے اور نہ ہی عربی لغت میں مجاز پایا جاتا ہے۔

لفظ کی حقیقت اور مجاز میں تقسیم

اصول فقہ میں متکلمین کے ایک گروہ نے عربی لفظ کی حقیقت اور مجاز میں تقسیم کی ہے، چنانچہ بعض
متاخرین کے نام درج ذیل ہیں جنہوں نے لفظ کی حقیقت اور مجاز میں تقسیم کی ہے:

امام رازی، آمدی، ابن حاجب، اسی طرح اہل کلام اور اہل رائے جیسے معتزلہ، اشاعرہ، ائمہ اربعہ کے
اصحاب میں سے ایک کثیر تعداد نے کلام کو حقیقت اور مجاز میں تقسیم کیا ہے۔ ابوالحسن بصری، قاضی ابوطیب اور
قاضی ابویعلی جیسے ائمہ کا گمان ہے کہ حقیقت اور مجاز کی یہ تقسیم عربوں نے کی ہے، اور یہ تقسیم عربوں سے توقیفاً
حاصل ہوئی ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کے بعض مصنفین کی کتب میں یہ تقسیم پائی جاتی ہے۔

امام ابن تیمیہ ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی غلطی ظاہر ہے، چنانچہ مجاز کے قائلین کے رد میں
انہوں نے جو دلائل دیے ہیں، ذیل میں ان کا جائزہ پیش خدمت ہے:

1- حقیقت اور مجاز میں لغت کی تقسیم کا رد

مجاز کے قائلین کا کہنا ہے کہ اسماء، الفاظ حقیقی ہوتے ہیں یا مجازی۔

امام ابن تیمیہ اس تقسیم کے رد میں فرماتے ہیں یہ تقسیم ثابت ہی نہیں، اور نہ ہی حقیقت اور مجاز کے

در میان کوئی معقول حد فاصل بیان کی جاتی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا يَصِحُّ إِذَا تَبَيَّنَتْ انْقِسَامُ الْكَلَامِ إِلَى الْحَقِيقَةِ وَالْمَجَازِ وَإِلَّا فَمَنْ يُنَازِعُكَ، وَيَقُولُ لَكَ: لَمْ تَذَكِّرْ حَدًّا فَاصِلًا مَعْمُولًا بَيْنَ الْحَقِيقَةِ وَالْمَجَازِ يَتَمَيِّزُ بِهِ هَذَا عَنْ هَذَا؛ وَأَنَا أَطَالِيكَ بِذِكْرِ هَذَا الْفَرْقِ بَيْنَ النَّوْعَيْنِ.

أَوْ يَقُولُ: لَيْسَ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ ثَابِتٌ.

أَوْ يَقُولُ: أَنَا لَا أَتَّبِعُ انْقِسَامَ الْكَلَامِ إِلَى حَقِيقَةٍ وَمَجَازٍ إِذَا لِمَانِعٍ عَقْلِيٍّ أَوْ شَرْعِيِّ أَوْ عَبْرٍ

ذَلِكَ. أَوْ يَقُولُ: لَمْ يَثْبُتْ عِنْدِي انْقِسَامُ الْكَلَامِ إِلَى هَذَا وَهَذَا. (۳۱)

لفظ کی تقسیم اگر حقیقت اور مجاز میں ثابت ہو جائے تو یہ صحیح ہے اور اگر ثابت نہیں ہوتی، تو آپ کا مد مخالف آپ سے سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے کوئی ایسی فیصلہ کن اور معقول تعریف نہیں کی، جو حقیقت اور مجاز میں فرق کرے اور میں آپ سے حقیقت اور مجاز میں فرق کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں۔

یادہ آپ سے یہ کہتا ہے کہ ان میں کوئی فرق ثابت نہیں ہے۔

یادہ یہ کہتا ہے کہ میں ایک لفظ کی حقیقت اور مجاز میں تقسیم کو ثابت نہیں کر سکتا، اور یہ کسی عقلی یا پھر شرعی

مانع وغیرہ کی وجہ سے ہے۔

یادہ یہ کہتا ہے کہ میرے نزدیک ان اقسام میں لفظ کی تقسیم ثابت ہی نہیں۔

۲۔ ایک ہی لفظ میں حقیقت اور مجاز کا اختلاف، یہ مجاز کی نفی کی دلیل ہے۔ (۳۲)

حقیقت اور مجاز کے قائلین نے کلام کے بعض حصے کو حقیقت اور بعض کو مجاز کہا ہے۔ بسا اوقات

ایک ہی لفظ کو کبھی حقیقت میں اور کبھی مجاز میں استعمال کیا جاتا ہے۔

۳۔ حقیقت اور مجاز کی یہ اصطلاح ایک نئی ایجاد ہے۔

ایک ہی لفظ کی حقیقت اور مجاز میں تفریق ایک نئی اصطلاح ہے، جس کے بارے میں عربوں، سابقہ

امتوں میں سے کسی امت، صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف صالحین میں سے کسی نے بھی بحث نہیں کی۔ وہ موجودہ

الفاظ سے ہی کلام کرتے تھے اور انہی الفاظ میں قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ جدید اصطلاح کے مطابق گفتگو کرنے کو ترجیح

حاصل ہے بشرطیکہ اس میں کوئی خرابی نہ ہو، اگر اس میں کوئی کوئی خرابی ہے تو پھر اس کو ترک کر دینا چاہیے۔ یہ اس

صورت میں ہے جب اس میں معقول فرق ہو، اس وقت کیا صورت ہوگی جب اس میں غیر معقول فرق اور شرعی

مفاسد ہوں، لہذا لغت میں عقلی، شرعی اور لغوی اعتبار سے ب ایجاد اطل ہے:

عقلی اعتبار سے اس طرح باطل ہے کہ حقیقت اور مجاز میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی۔

شرعی اعتبار سے اس طرح باطل ہے کہ اس میں ایسے مفاسد ہیں جن کا ازالہ کرنا شرعاً واجب ہے۔
 لغوی اعتبار سے اس طرح باطل ہے کہ یہ لغوی اوضاع میں تبدیلی راجح مصلحت کے خلاف ہے، جس میں
 مفاسد کا امکان ہے۔^(۳۳)

امام ابن تیمیہ کے نزدیک مجاز کے مفاسد:

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ مجاز کے مفاسد (خرابیاں) کیا ہیں؟ تو وہ درج ذیل
 ہیں:

۱۔ حقیقت کے مقابلے میں لفظ مجاز خواہ وہ عوارض الفاظ میں سے ہو یا استعمال سے، اس سے یہی سمجھ
 آتی ہے کہ مجاز کا درجہ حقیقت کے درجہ سے کم ہے۔

اس میں قطعی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مجاز کا درجہ حقیقت سے کم ہے۔

۲۔ مجاز کے مفاسد میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے عموم کو مجاز بنا دیا گیا ہے۔ جیسا کہ بعض
 مصنفین نے اس پر کتب بھی تصنیف کی ہیں، مثلاً:

۱۔ تلخیص البیان فی مجازات القرآن، أبو الفضل محمد بن محمد العزیز

ب۔ مجازات القرآن، أبو الحسن محمد بن طاہر الموسوی

ج۔ قانون التأویل، الإمام ابن العربی المالکی

۳۔ اللہ تعالیٰ نے جن الفاظ سے معانی کو ثابت کیا ہے، قائلین مجاز ان کی نفی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ
 کے اسماء اور آیات میں الحاد برتتے ہیں، جیسا کہ طہرین اہل بدعت کا طریقہ کار ہے کہ وہ مجاز میں وسعت سے کام
 لیتے ہیں۔^(۳۴)

۴۔ یہ طریقہ مشبہ، معطلہ اور معتزلہ وغیرہ کا ہے۔

دوسرے قول کے دلائل:

یہ قول تفریق پر مبنی ہے اور اس قول کے قائلین مجاز کے وقوع کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ
 قرآن و سنت میں مجاز نہیں، جس کے دلائل پہلے قول کے دلائل کے ضمن میں بیان کیے جا چکے ہیں اور جہاں تک ان
 کی یہ رائے ہے کہ لغت میں مجاز پایا جاتا ہے، تو اس کے دلائل ذیل میں تیسرے قول کے دلائل میں ملاحظہ فرمائیں:

تیسرے قول کے دلائل:

پہلی دلیل:

قاضی ابویعلیٰ فرماتے ہیں:

فإن المجاز قد يكون أسبق إلى القلب، كقول الرجل لصاحبه: "تعال"، أبلغ من قوله: يمينة ويسرة، وكذلك قوله: لزيد علي درهم، مجاز، وهو أسبق إلى النفس، من قوله: يلزمني لزيد درهم. وإذا كان يقع المجاز أكثر مما يقع بالحقيقة؛ صح الاحتجاج به. (۳۵)

(حقیقت کی نسبت) مجاز دل کے زیادہ قریب ہو سکتا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے دوست سے کہے تعال (آؤ) یہ یمینہ اور لیرہ (دائیں ہو بائیں ہو جاؤ) سے زیادہ بلوغ ہے۔ اسی طرح یہ کہنا: زید کا ایک درہم مجھ پر قرض ہے، تو جلدی سمجھ آنے والا ہے بجائے اس کے کہ وہ کہے زید کا ایک درہم مجھ پر لازم ہے۔ اگر مجاز حقیقت سے زیادہ استعمال ہوا ہو تو اس سے استدلال کرنا صحیح ہے۔

امام آدمی اس کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں جسے امام ابن تیمیہ نے بھی ان سے نقل کیا ہے:

اہل لغت نے لفظ اسد کو بہادر انسان کے لیے اور حمار (گدھے) کو بیوقوف انسان کے لیے استعمال کیا ہے۔
حجة المثبتين أنه قد ثبت إطلاق أهل اللغة اسم الأسد على الإنسان الشجاع والحمار على الإنسان البليد وقولهم ظهر الطريق ومنها وفلان على جناح السفر وشابت لمة الليل وقامت الحرب على ساق وكبد السماء إلى غير ذلك وإطلاق هذه الأسماء لغة مما لا ينكر إلا عن عناد
وعند ذلك فإما أن يقال إن هذه الأسماء حقيقة في هذه الصور أو مجازية لاستحالة خلو الأسماء اللغوية عنهما ما سوى الوضع الأول كما سبق تحقيقه لا جائز أن يقال بكونها حقيقة فيها لأنها حقيقة فيما سواها بالاتفاق

فإن لفظ الأسد حقيقة في السبع والحمار في البهيمة والظهر والمتمن والساق والكبد في الأعضاء المخصوصة بالحيوان واللمة في الشعر إذا جاوز شحمة الأذن
وعند ذلك فلو كانت هذه الأسماء حقيقية فيما ذكر من الصور لكان اللفظ مشتركاً ولو كان مشتركاً لما سبق إلى الفهم عند إطلاق هذه الألفاظ البعض دون البعض ضرورة التساوي في الدلالة الحقيقية
ولا شك أن السابق إلى الفهم من إطلاق لفظ الأسد إنما هو السبع ومن إطلاق لفظ الحمار إنما هو البهيمة وكذلك في باقي الصور. (۳۶)

دوسری دلیل:

اور اسی طرح فرماتے ہیں:

وإن أهل الأعصار لم تزل تتناقل في أقوالها وكتبها عن أهل الوضع تسمية هذا حقيقة وهذا مجازاً. (۳۷)

یہ بات مسلمہ ہے کہ ہر دور میں علمائے کرام اپنے اقوال اور نگارشات میں ائمہ لغت سے حقیقت اور مجاز کے اسماء نقل کرتے آئے ہیں۔

تیسری دلیل:

قرآن مجید میں مجاز موجود ہے جو قرآن مجید، سنت مبارکہ اور عربی زبان میں مجاز جائز ہونے کی دلیل ہے، چنانچہ اس ضمن میں مجاز کے جواز کے قائلین علمائے اصول نے جو دلائل دیے ہیں ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا.) (۳۸)

اس میں کہا گیا ہے کہ بستی سے سوال کرو، بستی سوال یہ مجاز ہے۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقُضَ فَاقَامَهُ.) (۳۹)

اس آیت میں یہ ہے کہ دیوار نے گرنے کا ارادہ کیا، جبکہ ارادہ جامد چیز نہیں کرتی بلکہ ذی شعور چیز کرتی ہے لہذا یہاں دیوار کے گرنے کا ارادہ یعنی یرید کا لفظ مجاز ہے۔

پہلی آیت کا جواب: قریہ سے مراد اس کے ساکنین ہیں کیوں کہ لفظ قریہ سے کبھی حال ساکنین مراد ہوتے ہیں اور کبھی محل یعنی جگہ مراد ہوتی ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

لَفْظُ الْقَرْيَةِ وَالْمَدِينَةِ وَالنَّهْرِ وَالْمِيزَابِ؛ وَأَمَثَلُ هَذِهِ الْأُمُورِ الَّتِي فِيهَا الْحَالُ وَالْمَحَالُّ كِلَاهُمَا دَاخِلٌ فِي الْإِسْمِ. ثُمَّ قَدْ يَعُودُ الْحُكْمُ عَلَى الْحَالِ وَهُوَ السُّكَّانُ وَتَارَةً عَلَى الْمَحَلِّ وَهُوَ الْمَكَانُ... (۴۰)

دوسری آیت کا جواب: یہاں پر لفظ یرید مقید استعمال ہوا ہے جس سے جمادات کا گرنہ مراد ہے۔

لَفْظُ الْإِرَادَةِ قَدْ أُسْتُعْمِلَ فِي الْمَيْلِ الَّذِي يَكُونُ مَعَهُ شُعُورٌ وَهُوَ مَيْلُ الْحَيِّ وَفِي الْمَيْلِ الَّذِي لَا شُعُورَ فِيهِ وَهُوَ مَيْلُ الْجَمَادِ وَهُوَ مِنْ مَشْهُورِ اللَّعَةِ. (۴۱)

اس آیت میں لفظ ارادہ میلان (جھکاؤ) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے، جس کے ساتھ شعور ہوتا ہے اور وہ میلان زندہ آدمی کی کرف سے ہوتا ہے، جامد چیز کا میلان وہ لغت میں مشہور ہے۔ یعنی اس کا گرنہ۔

مجاز کے وجود اور عدم وجود کے بارے اختلاف کی حقیقت:

مجاز کے ثبوت اور انکار کے بارے میں میں اہل سنت کے درمیان یہ اختلاف لفظی ہے، حقیقی نہیں ہے، کیونکہ قرآن کریم میں ایک ہی وقت میں حقیقت بھی ثابت ہوتی ہے اور مجاز بھی، جیسا کہ راقم الحروف کے استاد مکرم اسلامی یونیورسٹی کے پروفیسر شیخ محمد حسین جیرانی رقمطراز ہیں:

إذ يمكن إثبات صفات الله تعالى على حقيقتها ووجهها اللائق به سبحانه ونفي المجاز عنها، وفي الوقت نفسه يمكن إثبات المجاز فيما عدا آيات الصفات، كقوله تعالى: (وَاسْأَلِ الْقُرْيَةَ) (۳۲)

ایک ہی وقت میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو ان کی حقیقت پر ایسے ثابت کرنا، جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہیں اور ان سے مجاز کی نفی بھی کرنا ہے، اسی لمحے صفات کی آیات کے علاوہ دیگر آیات میں مجاز کو بھی ثابت کیا جاسکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (وَاسْأَلِ الْقُرْيَةَ) (۳۲)

اس آیت کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ بستی سے سوال کرو، بستی سے حقیقتاً سوال نہ ہونے کی وجہ سے اس کو مجاز ہی معنوں میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ قرآن مجید میں مجاز کی مثال ہے۔

امام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید امام ابن رجب حنبلی حقیقت اور مجاز کے اختلاف کی حقیقت اور مجاز کے قائلین اور منکرین کے اقوال میں جمع و توفیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن أنكر المجاز من العلماء فقد ينكر إطلاق اسم المجاز؛ لئلا يوهم هذا المعنى الفاسد، ويصير ذريعة لمن يريد حقائق الكتاب والسنة ومدلولاتها. ويقول: غالب من تكلم بالحقيقة والمجاز هم المعتزلة ونحوهم من أهل البدع وتطرقوا بذلك إلى تحريف الكلم عن مواضعه، فيمنع من التسمية بالمجاز، يجعل جميع الألفاظ حقائق. (۳۳)

علمائے کرام میں سے جو مجاز کا انکار کرتے ہیں، وہ اس کے اطلاق کا انکار کرتے ہیں، تاکہ جو شخص کتاب و سنت کے حقائق اور مدلولات کا ارادہ رکھتا ہے اس کو مجاز کے فاسد معنوں کا وہم نہ ہو اور نہ ہی فاسد معنوں کا ذریعہ بنیں۔ حقیقت اور مجاز کے بارے میں سب سے زیادہ گفتگو معتزلہ اور ان کے ہم خیال اہل بدعت لوگوں نے کی ہے ان لوگوں کے کلام میں تحریف کی تلاش میں رہنے کی وجہ سے بھی انہوں نے مجاز کا انکار کیا ہے اور تمام الفاظ کو حقیقت کہا ہے۔

ابن قدامہ مقدسی قرآن مجید میں مجاز کے وقوع پر دلیل دینے کے بعد بڑی صراحت کے ساتھ اس اختلاف کو لفظی قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

وذلك كله مجاز، لأنه استعمال اللفظ في غير موضوعه. ومن منع ذلك فقد
كابرو. ومن سلم وقال: لا أسميه مجازاً: فهو نزاع في عبارة لا فائدة في المشاحة فيه. والله
أعلم. (۳۵)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ: قرآن مجید میں بہت ساری آیات ایسی ہیں جو مجاز پر مشتمل ہیں، چنانچہ جو مجاز کا انکار کرتا ہے وہ حق بات کا انکار کرتا ہے اور جو تسلیم کرتا ہے وہ اس کو مجاز نہیں کہتا بلکہ دوسرے اطلاقات سے تعبیر کرتا ہے، بہر صورت یہ اختلاف لفظی ہے جس کی بنیاد ایک اصطلاح ہے اور اصطلاح میں کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام:

امام ابن تیمیہ نے حقیقت کی تین اقسام بیان کی ہیں، حقیقت لغوی، شرعی اور عربی اور جہاں تک مجاز کے بارے میں بحث ہے، تو وہ قرآن کریم، سنت رسول ﷺ اور لغت عرب میں مجاز کا انکار کرتے ہیں جبکہ ان کے تلامذہ اور ہم خیال ائمہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ لغت عرب میں مجاز موجود ہے۔ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ کو جو امح الکلم عطا کیے گئے تھے اور آپ ﷺ کی زبان بھی عربی تھی۔ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی زبان عربی اسلوب کے مطابق تھی، لہذا قرآن مجید اور عربی زبان میں تفریق کرنا قرین قیاس نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں اگر مجاز ثابت ہو جاتا ہے تو قرآن مجید اور سنت رسول سے اس کا انکار کرنا بلاوجہ معلوم ہوتا ہے۔ ہر لفظ کی یہ تحدید کرنا ناممکن ہے کہ اس لفظ کا پہلا استعمال، ان معنوں میں تھا اور دوسرا استعمال ان معنوں میں ہے۔ البتہ شرعی، عرفی یا قانونی اصطلاحات جو عربی زبان کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہیں کی تحدید ممکن ہے۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱ قرآن کریم، سورة الزمر، الآية: ۷۱.
- ۲ الرازي، زين الدين أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الحنفي (المتوفى: ۶۶۶ھ)، مختار الصحاح، ص: ۷۷، المحقق: يوسف الشيخ محمد، الناشر: المكتبة العصرية - الدار النموذجية، بيروت - صيدا.
- أحمد بن محمد بن علي الفيومي ثم الحموي، أبو العباس (المتوفى: نحو ۷۷۰ھ)، المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، ص: ۷۸، الناشر: المكتبة العلمية - بيروت.
- الجرجاني، علي بن محمد بن علي، كتاب التعريفات، ص: ۱۲۱، تحقيق وتعليق: إبراهيم الأبياري، مكتبة، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الرابعة، ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۸م.
- الشيرازي، أبو اسحاق إبراهيم بن علي بن يوسف (المتوفى: ۴۷۶ھ) اللمع في أصول الفقه، ص: ۸. الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الثانية ۲۰۰۳ م - ۱۴۲۴ هـ.
- ۳ ابن تيمية تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى: ۷۲۸ھ)، مجموع الفتاوى، ۲۰۰/۵، ۹۰/۷. تحقيق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵م / طبعة دار الوفاء (أنور الباز وعامر الجزائر) ط ۳، ۱۴۲۶ هـ / ۲۰۰۵ م / مكتبة النهضة الحديثة، بمكة المكرمة، الطبعة ۱۴۰۴ هـ.
- ۴ الشيرازي، أبو اسحاق إبراهيم بن علي بن يوسف (المتوفى: ۴۷۶ھ) اللمع في أصول الفقه، ص: ۸. الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الثانية ۲۰۰۳ م - ۱۴۲۴ هـ.
- ۵ إبراهيم مصطفى / أحمد الزيات / حامد عبد القادر / محمد النجار، المعجم الوسيط، ص: ۱۴۶ / ۱۲۱ الناشر: دار الدعوة مجمع اللغة العربية بالقاهرة.؛ الجرجاني، علي بن محمد بن علي، كتاب التعريفات، ص: ۱۵۷-۱۵۸، تحقيق وتعليق: إبراهيم الأبياري، مكتبة، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الرابعة، ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۸م.
- ۶ مجموع الفتاوى ۹۰/۷.

- ۷ ابن قدامة المقدسي، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد الجماعيلي المقدسي ثم
الدمشقي الحنبلي، الشهر (المتوفى: ۶۲۰هـ)، روضة الناظر، ۱/ ۲۰۶. الناشر: مؤسسة
الريان للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة: الطبعة الثانية ۱۴۲۳هـ - ۲۰۰۲م.
- ۸ مجموع الفتاوى ۹۶/۷.
- ۹ مجموع الفتاوى ۹۶-۹۷. البخاري، عبد العزيز بن أحمد، علاء الدين الحنفي، كشف
الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي، ۱/ ۶۱، دار النشر: دار الكتاب الإسلامي./
تحقيق: عبد الله محمود محمد عمر، دار الكتب العلمية - بيروت - ۱۴۱۸هـ - ۱۹۹۷م.
- ۱۰ سورة النساء، الآية: ۹۲.
- ۱۱ آل ابن تيمية، بدأ بتصنيفها الجدّ: مجد الدين عبد السلام بن تيمية (ت: ۶۵۲هـ)، وأضاف
إليها الأب، عبد الحلیم بن تيمية (ت: ۶۸۲هـ)، ثم أكملها لابن الحفيد: أحمد بن تيمية
(۷۲۸هـ)، المسودة في أصول الفقه، ص: ۱۶۸. المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد،
الناشر: دار الكتاب العربي.
- ۱۲ سورة المائدة، الآية: ۶۴.
- ۱۳ مجموع الفتاوى ۳۶۳/۶.
- ۱۴ السيوطي عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين (المتوفى: ۹۱۱هـ)، الإتيان في علوم القرآن،
۲/ ۱۱۲. المحقق: محمد أبو الفضل إبراهيم، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب/ مترجم:
مكتبة العلم بلاهور.
- ۱۵ ابن قدامة المقدسي، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد الجماعيلي المقدسي ثم
الدمشقي الحنبلي، الشهر (المتوفى: ۶۲۰هـ)، لمعة الاعتقاد، ص: ۴۲۳، الناشر: وزارة
الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد - المملكة العربية السعودية، الطبعة: الثانية،
۱۴۲۰هـ - ۲۰۰۰م؛ مجموع الفتاوى، ۵/ ۲۰۰-۲۰۱؛ الشنقيطي، محمد الأمين بن
محمد المختار بن عبد القادر الجكني (المتوفى: ۱۳۹۳هـ)، أضواء البيان في إيضاح القرآن
بالقرآن، مجلد ۱۰، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت - لبنان، عام النشر:
۱۴۱۵هـ - ۱۹۹۵ مبحث: منع جواز المجاز في المنزل للتعبد والإعجاز، ص: ۴۰۹.

- ۱۲ مجموع الفتاوی، ۵/۲۶-۳۰، ۵/۱۹۴-۱۹۷، ۶/۳۵۴، ۷/۸۷.
- ۱۷ التعريفات، ص: ۲۵۷،
- علي حيدر خواجه أمين أفندي (المتوفى: ۱۳۵۳هـ)، درر الحکام في شرح مجلة الأحكام، ص: ۲۵؛ تعريب: فهمي الحسيني، الناشر: دار الجليل، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۱هـ - ۱۹۹۱م.
- ۱۸ مذكرة في أصول الفقه، ص: ۱۱۲.
- ۱۹ ابن النجار الحنبلي، تقي الدين أبو البقاء محمد بن أحمد بن عبد العزيز بن علي الفتوح (المتوفى: ۹۷۲هـ) شرح الكوكب المنير، ۱/۱۶۷-۱۶۸، المحقق: محمد الزحيلي ونزيه حماد، الناشر: مكتبة العبيكان، الطبعة: الثانية ۱۴۱۸هـ - ۱۹۹۷م.
- المسودة في أصول الفقه ص: ۵۶۹. السبكي، تقي الدين أبو الحسن علي بن عبد الكافي بن علي بن تمام بن حامد بن يحيى وولده تاج الدين أبو نصر عبد الوهاب (المتوفى سنة: ۷۸۵هـ) الإبهاج في شرح المنهاج "منهاج الوصول إلى علم الأصول للقاضي البيضاوي" ۱/۳۰۵. الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، عام النشر: ۱۴۱۶هـ - ۱۹۹۵م.
- ۲۰ سورة الأحزاب، الآية: ۲۷.
- ۲۱ سورة النساء، الآية: ۱۲.
- ۲۲ المسودة في أصول الفقه ص: ۵۶۹.
- ۲۳ الإبهاج ۱/۲۹۶، شرح الكوكب المنير، ۱/۱۹۱-۱۹۲. الآمدي، أبو الحسن سيد الدين علي بن أبي علي بن محمد بن سالم الثعلبي (المتوفى: ۶۳۱هـ)، الإحكام في أصول الأحكام، ۱/۷۲-۷۳. المحقق: عبد الرزاق عفيفي، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت - دمشق - لبنان.
- ۲۴ ابن تيمية تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى: ۷۲۸هـ)، كتاب الإيمان، ص: ۷۳-۷۴، تحقيق: خرج أحاديثه محمد ناصر الدين الألباني، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت، الطبعة: الرابعة - ۱۴۱۳هـ - ۱۹۹۳م. شرح الكوكب المنير، ۱/۱۹۱-۱۹۲ الإبهاج ۱/۲۹۷، الهندي، صفی الدين محمد بن عبد الرحيم الأرموي (۷۱۵هـ)، نهاية الوصول في دراية الأصول، ۲/۳۲۲، ۳۲۶، تحقيق: د. صالح بن سليمان اليوسف - د. سعد بن سالم

- السويح،: رسالتا دكتوراة بجامعة الإمام بالرياض، الناشر: المكتبة التجارية بمكة المكرمة، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۶ هـ - ۱۹۹۶ م. الإحكام للآمدي ۱/ ۷۲، ۷۴.
- ۲۵ الإبهاج ۱/ ۲۹۶ شرح الكوكب المنير، ۱/ ۱۹۱-۱۹۲.
- ۲۶ مجموع الفتاوي، ابن تيمية، ۷/ ۸۸.
- ۲۷ مجموع الفتاوى ۷/ ۹۰-۹۱.
- ۲۸ مجموع الفتاوي، ابن تيمية، ۷/ ۹۶، ۱۰۷، ۲۰/ ۴۵۲، ۴۸۵. ابن قيم الجوزية محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين (المتوفى: ۷۵۱هـ)، مختصر الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة، ۲/ ۲۳۷، مختصر: محمد بن محمد بن عبد الكريم بن رضوان البعلي شمس الدين، ابن الموصلی (المتوفى: ۷۷۴هـ)، المحقق: سيد إبراهيم، الناشر: دار الحديث، القاهرة - مصر، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ هـ - ۲۰۰۱ م.
- ۲۹ الإبتقان في علوم القرآن، ۲/ ۹۷.
- ۳۰ الزرقا، أحمد بن الشيخ محمد [۱۲۸۵ هـ - ۱۳۵۷ هـ] شرح القواعد الفقهية، ص: ۱۲۳، (مادة: ۱۲). تصحيح وتعليق: مصطفى أحمد الزرقا، الناشر: دار القلم - دمشق / سوريا، الطبعة: الثانية، ۱۴۰۹ هـ - ۱۹۸۹ م.
- ۳۱ مجموع الفتاوى ۲۰/ ۴۰۷.
- ۳۲ مجموع الفتاوى ۲۰/ ۴۰۸.
- ۳۳ مجموع الفتاوى ۲۰/ ۴۵۴-۴۵۵.
- ۳۴ مجموع الفتاوى ۲۰/ ۴۵۸.
- ۳۵ القاضي أبو يعلى، محمد بن الحسين بن محمد بن خلف ابن الفراء (المتوفى: ۴۵۸ هـ)، العدة في أصول الفقه، ۲/ ۷۰۱/ ۷۰۲. تحقيق و تعليق: د أحمد بن علي بن سير المباركي، الأستاذ المشارك في كلية الشريعة بالرياض - جامعة الملك محمد بن سعود الإسلامية، الناشر: بدون ناشر، الطبعة: الثانية ۱۴۱۰ هـ - ۱۹۹۰ م.
- ۳۶ الإحكام في أصول الأحكام للآمدي ۱/ ۷۲-۷۳.
- ۳۷ الإحكام في أصول الأحكام للآمدي ۱/ ۷۳.

- ۳۸ سورة يوسف، الآية: ۸۲.
- ۳۹ سورة الكهف، الآية: ۷۷.
- ۴۰ مجموع الفتاوى ۷/ ۱۱۲.
- ۴۱ مجموع الفتاوى ۷/ ۱۰۸.
- ۴۲ محمد بن حسين بن حسن الجيزاني، معالم أصول الفقه عند أهل السنة والجماعة، ص: ۱۱۲. الناشر: دار ابن الجوزي، الطبعة: الطبعة الخامسة، ۱۴۲۷ هـ.
- ۴۳ معالم أصول الفقه عند أهل السنة والجماعة، ص: ۱۱۲.
- ۴۴ ابن رجب الحنبلي، زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السلامي، البغدادي، ثم الدمشقي، الحنبلي (المتوفى: ۷۹۵هـ) روائع التفسير (الجامع لتفسير الإمام ابن رجب الحنبلي) ۲/ ۲۲۵. جمع وترتيب: أبي معاذ طارق بن عوض الله بن محمد، الناشر: دار العاصمة - المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى ۱۴۲۲ - ۲۰۰۱ م.
- ۴۵ ابن قدامة المقدسي، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد الجماعلي المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي، الشهير (المتوفى: ۶۲۰هـ)، روضة الناظر وجنة المناظر، ۱/ ۱۸۲ - ۱۸۳ ط. الريان ۱/ ۲۰۶ - ۲۰۷. الناشر: مؤسسة الريان للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة: الطبعة الثانية ۱۴۲۳ هـ - ۲۰۰۲ م.